Volume IV
No. 46

SP.IV—46-76 (E)
250

THE SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, May 18, 1976

CONTENTS

	PAGES
Starred Question and Answer	303
The Dowry and Bridal Gifts (Restriction) Bill, 1976—*Discussion not concluded*	304

PRINTED AT THE CARAVAN PRESS, DARBAR MARKET, LAHORE
PUBLISHED BY THE MANAGER OF PUBLICATIONS, KARACHI
Price : Paisa 50

SENATE DEBATES

SENATE OF PAKISTAN

Tuesday, May 18, 1976

The Senate of Pakistan met in the Senate Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at ten of the clock in the morning, Mr. Chairman (Mr. Habibullah Khan) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

STARRED QUESTION AND ANSWER

Mr. Chairman : Yes, now we take up questions. First question is in the name of Mr. Ihsanul Haq.

LAHORE DRY PORT

136. ***Mr. Ihsanul Haq** (put by Mr. Tahir Mohammad Khan) : Will the Minister for Railways be pleased to state :

(*a*) whether it is a fact that Lahore Dry Port is not functioning properly and that its sluggish growth is due to non-availability of proper facilities ; and

(*b*) if reply to (a) above be in the affirmative, the steps Government intends to take to develop the Dry Port ?

Mr. Hafeezullah Cheema (Read by Ch. Mumtaz Ahmad) : (*a*) It is not correct that the Lahore Dry Port is not functioning properly and that its sluggish growth is due to non-availability of proper facilities. The cargo handled per month at the Lahore Dry Port in the current financial year upto April, 1976 shows an increase of 169% over that of the last year.

(*b*) Does not arise.

خواجہ محمد صفدر : سپلیمنٹری سوال - کیا محترم وزیر مملکت کے علم میں یہ ہے کہ حال ہی میں بیرونی ممالک سے ٹرکوں کے ذریعے جو مال آتا تھا وہ لاہور پورٹ پر آنے سے روک دیا گیا ہے ؟

چوہدری ممتاز احمد (وزیر مملکت برائے خوراک) : اس کے لئے علیحدہ نوٹس چاہیئے -

خواجہ محمد صفدر : یہی مشکل پیش آتی ہے جب محکمے کا اپنا وزیر غیر حاضر ہو اور کوئی دوسرا اس کی ذمے داری لے لے -

چوہدری ممتاز احمد : مٹیریل میں یہ چیز نہیں ہے اس لئے الگ نوٹس مانگا ہے جہاں تک facility کا تعلق ہے اس کے لئے میرے پاس مواد ہے -

Mr. Chairman : I think, there is only one question. No other question ?

Khawaja Mohammad Safdar : Yes, Sir.

Mr. Chairman : Now, we take up legislative business.

THE DOWRY AND BRIDAL GIFTS (RESTRICTION) BILL, 1976

Mr. Chairman : Further consideration of this Bill was taken up yesterday, and I think only Maulana Kausar Niazi has spoken on it.

Rao Abdus Sattar (Leader of the House) : Yes, Sir,

Mr. Chairman : No other gentleman had taken part in the debate. Before we proceed further, I would like to note down the names of the intending speakers. Yes, one by one please.

(Mr. Chairman noted down the names of the intending speakers)

Mr. Chairman : When the Deputy Chairman and you, Mr. Ahmad Waheed Akhtar, both intend to speak that means you want to keep me tied to the Chair for all the time.

Mr. Tahir Mohammad Khan : Sir, if you allow me to speak earlier, then I will be free.

جناب احمد وحید اختر : اگر ایسی بات ہوئی تو پھر میں نہیں بولونگا -

خواجہ محمد صفدر : میرا نام آخر میں لکھ لیں بحیثیت tail ender کے -

جناب چیئرمین : خواجہ صاحب آپ بھی بولیں گے تو میں نام پڑھکر سنا دیتا ہوں کوئی غلطی سے رہ تو نہیں گیا ہے :

جناب طاہر محمد خان -

مس آصفہ فاروقی ۔

جناب کامران خان ۔

جناب شیر محمد خان ۔

راؤ عبدالستار ۔

جناب نرگس زمان خان کیانی ۔

جناب احمد وحید اختر ۔

جناب شہزاد گل ۔

خواجہ محمد صفدر ۔

کوئی رہ تو نہیں گیا ؟

راؤ عبدالستار (قائد ایوان) : مولانا صاحب رہ گئے ہیں ۔

جناب چیئرمین : وہ اس بل پر نہیں بولیں گے ۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی : میں تھرڈ ریڈنگ میں بولوں گا ۔

جناب چیئرمین : آپ نے اپنا نام نہیں لکھایا ۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی : میں تھرڈ ریڈنگ میں بولوں گا ۔

جناب چیئرمین : پھر کون رہ گیا ہے ؟

خواجہ محمد صفدر : آپ بھی طبع آزمائی کریں ۔

Mr. Chairman : Now, there are ten speakers on my list,

تو پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں دیا جائے گا ۔

خواجہ محمد صفدر : بندہ نواز کل شام تک یہ بل چلنا ہے اس لئے جتنا وقت دوست مانگتے ہیں ان کو دیا جائے ۔

Mr. Chairman . Mr. Mumtaz Ahmad, what is your opinion ? I do not know if there has been any agreement on this point. I was not in the Chair at that time.

چوہدری ممتاز احمد : جناب والا ! باقاعدہ کوئی اگریمنٹ تو نہیں ہوا لیکن جو دوست بولنا چاہتے ہیں وہ بولیں پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ٹائم لمٹ ہونی چاہئے ۔

جناب چیئرمین : وہ میں مقرر کر دوں گا تو کل تک یہ جانا چاہیئے ۔

راؤ عبدالستار : کل سیکنڈ ریڈنگ ہو جائے گی ۔

جناب چیئرمین : مولانا صاحب بھی آدھ گھنٹہ لیں گے یا اس سے زیادہ بولیں ۔

راؤ عبدالستار : فسٹ ریڈنگ آج ختم ہو جائے گی تو کل سیکنڈ ریڈنگ شروع ہو جائے گی ۔

خواجہ محمد صفدر : کیونکہ کل یہ بات ہوئی تھی کہ کل شام کا اجلاس اگر رکھا جائے تو وزراء صاحبان شام کو آجائیں گے اور اس کو وائنڈ اپ کر سکیں گے ۔

Mr. Chairman : Let us start. Who will set the ball rolling ?

جناب طاہر محمد خان : میرے خیال میں جہیز کا مسئلہ ہے پہلے آصفہ فاروق صاحبہ کو بولنا چاہیئے ۔

Mr. Chairman : Mr. Tahir Mohammad Khan or Mr. Nargis Zaman Khan Kiani you decide between yourselves as to who will speak first.

جناب نرگس زمان خان کیانی : میرے خیال میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ چونکہ میں کھڑا ہوں اس لئے پہلے مجھے موقع دیا جائے ۔

جناب چیئرمین : میں نے آپ کی منظوری سے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر ایک ممبر دس منٹ بولے گا ۔

Yes, Mr. Kiani

جناب نرگس زمان خان کیانی : جناب چیئرمین ! جہاں تک آج کے اس بل کا تعلق ہے ۔ جو جہیز کے متعلق ہے یہ نہایت ضروری اور بڑا اہم بل ہے ۔ لیکن اس سے پیشتر بھی وراثت کے سلسلے میں سرمایہ دار اور خاص طور پر زمیندار والدین اپنی معصوم بچیوں کے ساتھ جو ناروا سلوک رکھا ہوا ہے وہ ناقابل برداشت ہے اور اخلاق میں بھی درست نہیں ہے ۔ وہ اپنی حیات میں ۔ اپنی موجودگی میں اپنی معصوم بچیوں کے نام انتقال نہیں کروا سکتے اور اپنی زندگی میں اپنے لڑکوں کے نام زمین منتقل کروا دیتے ہیں ۔ اس لئے ان کے خیال کے مطابق ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد ان بچیوں کے نام وراثت کی شکل میں منتقل نہ ہو ۔ اگرچہ ایسی شکل میں موجودہ بل پر عمل درآمد ہوا تو میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا ۔ تو میں گذارش کروں گا کہ جہاں تک گھر کی ان بچیوں کا تعلق ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو وہ گھر کا سرمایہ ہوتے ہیں ۔ جتنا کچھ اس لڑکے کا حق والدین پر ہوتا ہے میرے خیال میں لڑکی کا حق اس سے زیادہ ہوتا

ہے - تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ بوڑھے والدین جب ضعیف ہو جاتے ہیں - ہا مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ان کے فرزند ان کو پوچھتے تک نہیں اور اپنی بیگمات کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں - لیکن وہ بچیاں جب شادی شدہ ہوتی ہیں تو ان کے ہاں بھی بچے ہوتے ہیں - وہ بھی عمر رسیدہ ہوتی ہیں - انہیں خیال آتا ہے کہ ہم اپنے والدین کی خدمت کریں - لیکن انکا یہ کتنا پاک اور نیک ارادہ ہوتا ہے - اسلئے میں یہ گذارش کرونگا کہ اس طرح سے یہ بڑی اخلاق کے خلاف بات ہے آئین کے خلاف بات ہے کہ وہ بچیاں جن کی حیات کے آخری دم تک یہ خواہشات ہوتی ہیں ہم بھی اس گھر کی پیداوار تھیں - ہمارا بھی اس گھر میں اتنا ہی تعلق تھا جتنا ہمارے بھائیوں کا ہے - لیکن والدین اور ان کے بھائی اور یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کے بھائی شادی کے بعد ان کو پوچھتے تک نہیں ہیں - بہت کم خاندان ہوں گے، بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو خدا وند تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں - اخلاق کے دائرہ میں رہتے ہیں - اپنی بچیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھتے ہوں گے - اپنے مالی حالات کے مطابق ان کی پرورش اور ان کے بچوں کی پرورش کرتے ہوں گے - اگر اس بل کو اس وراثت کے قانون کی شکل میں روندا گیا تو میرے خیال میں یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی خدشات یہ ہیں کہ جو لوگ سرمایہ دار ہیں، وڈیرے ہیں اور زمیندار ہیں وہ زیادتیاں کرتے ہیں - ان میں آکر غریب بچارہ جس کے پاس پہلے ہی کچھ نہیں ہوتا لیکن جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ وہ اپنی بچیوں کو پیش کرتا ہے بلکہ اس حد تک غریب لوگ اپنی بچیوں کا سہارا بنے رہتے ہیں اور جس وقت وہ خود زندہ ہوتے ہیں وہ بھی زندہ ہوتی ہیں - لیکن جن لوگوں کو روپے کے ساتھ بہت پیار ہوتا ہے وہ لوگ سرمایہ دار ذہن کے لوگ ہوتے ہیں وہ پھر کوشش کرتے ہیں کہ اپنی بچیوں کو دینے کی بجائے ان سے چھینا جائے اور لیا جائے -

جناب چیئرمین! یہ بل ایک ایسا بل ہے جو مظلومیت کے دفاع کے لئے ہے - یہ بل ان کے دلی پکار کا بل ہے یہ خدا وند تعالیٰ کے قانون کے مطابق بل ہے - لیکن خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ چاہئے کہ، پاکستان کے عوام کو یہ چاہئے، پاکستان کے سرمایہ دار کو یہ چاہئے اور جاگیر دار کو یہ چاہئے کہ اس پر صحیح طور پر عمل درآمد کریں اور اگر ہو سکے تو وہ لوگ جو سرمایہ دار ہیں وہ اپنے ہمسائے کی بچی کو، اپنے گاؤں کی بچیوں کو، اپنی تحصیل کی بچیوں کو اور اپنے ضلع کی بچیوں کو بھی دینے کی کوشش کریں تاکہ مساوات کا صحیح سلسلہ جاری رہے - اور ان کے دل مجروح نہ ہوں، ان کے ذہن مجروح نہ ہوں، ان کے باپ پریشان نہ ہوں اور ان کے والدین پریشان نہ ہوں ایسا نہ ہو کہ مسلمان کی حیثیت میں وہاں انہیں پوچھا نہ جائے - حالانکہ مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کا ہمسایہ بھوکا ہے اور اس مسلمان کے گھر کھانا تیار ہے تو وہ کھانا

[Mr. Nargis Zaman Khan Kiani]

اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے جب تک اس کے ہمسائے کو کھانا میسر نہ آجائے۔ یہ باتیں قانون قدرت کے مطابق، قرآن کے مطابق، ہمارے اخلاق کے مطابق اور انسانیت کے مطابق درست ہیں۔تو میں اس میں یہ گذارش ضرور کروں گا کہ اس بل کو یہاں تک محدود نہ رکھا جائے کیونکہ یہ بل ہر دو ایوانوں میں پاس ہو گا۔ ریکارڈ میں آ جائے گا۔ اس لئے اس کا عمل اخبارات میں، ٹی۔ وی میں اور ریڈیو تک ہی محدود نہ رہے بلکہ جناب چیئرمین! اس پر سختی سے عمل درآمد ہونا چاہئے جو بھی اس بل کی خلاف ورزی کرے اس کے ساتھ سختی سے نپٹا جائے تاکہ ایک امیر سے امیر اتنا جہیز نہ دے جو ایک غریب آدمی نہ دے سکے اور وہ جلتا رہے، وہ پریشان رہے اس کی بچیاں اس کے گھر میں محدود رہیں۔ جس کا وہ اھل نہ ہو۔ اس کے گھر اتنا پیسہ نہ ہو، اس کے گھر اتنا سامان نہ ہو اور اس وقت اس معصوم بچی کی شادی نہ ہو سکے۔ اور جاگیر دار سرمایہ دار ہر بات پر کنٹرول رکھتا ہو، اسے ہر بات پر غلبہ حاصل ہو، وہ قانون شکنی بھی کرے اور ان کے ضمیروں کو بھی کچلے اور ان کے اندر جو آواز اور خواہشات ہیں ان پر زیادتی کرے۔ تو جناب چیئرمین! اس میں ایسا نہ ہو جیسے میں انتقال وراثت کے متعلق پہلے گذارش کر چکا ہوں اس میں کوئی شک موجود ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ اسلامی آئین کے مطابق ہے لیکن جس وقت تک انسان عملی میدان میں نہ آئے اس وقت تک کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تو اس میں میں یہ عرض کروں گا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جناب والا! لکھنے اور پڑھنے سے کام نہیں ہو سکتا کام تب ہی ہو گا جب ہم عملی طور پر جائز مظاہرہ کریں گے۔ عملی طور پر ہر آئین کا احترام کریں گے اور بل کا احترام کریں گے پھر تو ہمارا بل، ہمارا قانون اور ہمارا آئین رہا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ یہاں تک موجود رہے۔ اپنی تقریروں تک محدود رہے اور باہر جا کر وہی کاروبار شروع کر دیں جو آج سے پیشتر لوگ کرتے تھے۔ تو میرے خیال میں میں یہ گذارش کروں گا ان کو دوسری بات کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں میں صرف اپنے عوام سے اپیل کروں گا، ان سرمایہ داروں سے اور جاگیر داروں سے اپیل کروں گا کہ جو بھی آئین قانون قدرت کے مطابق ہر دو ایوانوں سے پاس ہو کر سامنے آ رہا ہے تو اس پر نیک ارادوں کے مطابق صحیح عمل کریں ایسا عمل نہ کریں جو کہ آپ وراثت کے انتقالات کے متعلق کرتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman : Thank you very much. Yes, Mr. Tahir Mohammad Khan.

جناب طاہر محمد خان : جناب چیئرمین ! یہ بہت نیک شگون ہے کہ جناب وزیر مذہبی امور نے یہ بل پاس کرنے کے لئے نیشنل اسمبلی اور سینٹ میں پیش کیا اور اب یہ بل پاس ہونے کے مدارج طے کر رہا ہے - جناب والا ! جہیز یا جہیز کے قسم کی جو رسمیں ہیں وہ سوسائٹی کی پیداوار ہیں - یہ روایات اپنے مخصوص اقتصادی حالات میں بنتی ہیں - اگر ہم اپنی سوسائٹی کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اس کی ابتدا کس دور میں اور کن حالات میں ہوئی ؟ تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ جب سوسائٹی میں جاگیر دار کے طبقات تھے اور اس کے مقابلے میں مزدور اور غلام کی جو سوسائٹی ہو سکتی تھی - شرفاء کے تمام ایسے طبقات موجود تھے - شرفاءٔ کے مقابلے میں یہ محکوم ، مظلوم اور غریب لوگوں کے طبقات تھے تو شرفاءٔ نے صرف اس بات کی دلیل کے لئے کہ ان کے پاس دولت ہے ، ان کے پاس جاہ وحشمت ہے اور وہ اپنی حیثیت کے اظہار کے لئے کیونکہ اس سوسائٹی میں بڑائی صرف اس حیثیت کی ہوتی تھی ، عقل کی نہیں ہوتی تھی ، بڑائی علم و دانش پر نہیں ہوتی تھی ، بڑائی ہنر کی نہیں ہوتی تھی ، بڑائی کا صرف ایک معیار تھا - کہ کسی کے مکان کی دیواریں کتنی بلند ہیں - بڑائی کا ایک معیار تھا کہ کسی کی ڈیوڑھی میں کتنی کنیزیں ہیں اور کتنے غلام ہیں - یہاں بڑائی کا معیار تھا کہ کسی کے پاس کتنے گھوڑے ہیں اور کتنے اونٹ ہیں - بڑائی کا ایک معیار تھا کہ کسی کے پاس کتنی دولت ہے ، کتنا سونا ہے ، کتنی چاندی ہے اور کتنی زمین ہے - اتنی چاندی ہے ، اتنی زمین ہے - تو جاگیردارانہ سوسائٹی میں جاگیردارانہ روایات بنیں کہ جب کوئی بڑا آدمی اپنے بچے کی شادی کرے - گاؤں کے لوگ ، شہر کے لوگ ملک کے لوگ یہ دیکھ لیں کہ وہ بڑا آدمی ہے - اس کی حیثیت بلند ہے اور اس کا مقام اونچا ہے - اس مقام کو بنانے کے لئے ، اپنی حیثیت کے اظہار کے لئے ایک روایت بنائی ہے اس دور کے اہل سرمایہ نے اور اس دور کے اہل دوست نے - لیکن اس دور میں اچھی روایتیں بھی ہوا کرتی تھیں - روایت یہ ہوتی تھی کہ جو شخص گاؤں کا بڑا ہے ، جو گاؤں کا بڑا زمیندار ہے ، جو گاؤں کا بڑا امیر ہے ، معتبر ہے ، چوہدری ہے ، سردار ہے ، نواب ہے ، تو یہ بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرتا تھا کہ دوسروں کا بھی خیال رکھے - جو لوگ اس سے نیچے تھے ، جو لوگ اس کے ماتحت ہوتے تھے ، جو لوگ محکوم ہوتے تھے ، جو لوگ اس کے دست نگر ہوتے تھے ، وہ ان کا بھی خیال رکھا کرتا تھا - وہ یہ دیکھا کرتا تھا کہ اس کے نوکر کے بچوں کی شادیاں بھی سلیقے سے ہوں اور ان کے مزدوروں اور اطاعت گذاروں کی شادیاں بھی سلیقے

[Mr. Tabir Mohammad Khan]

سے ہوں - لیکن وقت کے ساتھ ساتھ معاشرہ بدلتا گیا اور جاگیر داری کی قدریں بھی ٹوٹتی گئیں - اس کی جگہ سرمایہ دار لیتا گیا تو وہ قدریں بھی بدلتی گئیں ، ضروریات بڑھتی گئیں - نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنے فرائض چھوڑ دیے اور جب فرائض چھوڑ دیے تو وہ روایات جو کبھی مسرت کے لئے ہوا کرتی تھیں ، جو خوشیوں کے لئے ہوا کرتی تھیں ، وہ روایات عذاب بننا شروع ہو گئیں - نتیجہ یہ ہوا کہ پھر بھی اوبچے طبقے نے ناک رکھنے کے لئے تو بڑا جہیز دینے کی روایت جاری رکھی لیکن غریب طبقوں کا خیال نہ رکھا - اور پھر یہ ہوا کہ سوسائٹی میں complexes آنے لگ گئے - ، فساد پیدا ہونے لگ گئے - سوسائٹی میں خرابیاں جنم لینے لگیں ، جہیز ایک لعنت اور ناسور بن گیا اور نچلے طبقے کے لئے ایک مشکل بلکہ مشکلات پیدا ہونے لگیں - کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ ایک کاروبار اور ایک لین دین بن گیا - جناب والا ! اگر آپ گھڑی کی طرف دیکھیں گے تو میں بالکل نہیں بول سکوں گا -

جناب چیئرمین : اگر میں گھڑی کی طرف نہ دیکھوں تو وقت مقررہ کے مطابق عمل کیسے ہو گا ؟ آپ عمل کی بات کرتے ہیں - ۱۰ منٹ تقریر کرنے کا فیصلہ ہوا ہے تو میں کیا کروں ؟

جناب طاہر محمد خان : میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ پنجاب اور سندھ میں اس قسم کا جہیز نہیں جس قسم کا بلوچستان میں ہے -

جناب چیئرمین : اگر میں گھڑی نہ دیکھوں تو میں کس طرح وقت مقرر کروں گا - ویسے ابھی آپ کے چار پانچ منٹ رہتے ہیں -

جناب طاہر محمد خان : اب میرے لئے تقریر کرنی مشکل ہوگی - بلوچستان میں ایک اور لعنت ہے ' جہیز کی شکل میں - کیونکہ وہاں لڑکی کی قدر اب بھی زیادہ ہے اور لڑکے والے لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں - اس لئے پابندی نہیں ہوتی کہ لڑکی جہیز لے کر آئے بلکہ لڑکے والوں کی طرف سے کچھ دینا ہوتا ہے جس کو بلوچی میں ولور اور پشتو میں لاب کہتے ہیں - تو یہ ولور اور لاب بھی جہیز کی قسم کی ایک لعنت ہوتی ہے - اب جب کہ وزیر برائے مذہبی امور نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اس ولور اور لاب پر بھی پابندی عائد کرنے کی کوشش کی جائے - یہ پابندی عائد کی جائے کہ کوئی لڑکی کا باپ یا لڑکی کے والدین لڑکی کا رشتہ دینے سے پہلے ، ولور یا لاب نہیں لے سکیں گے - اب کچھ لوگ کہتے ہیں یہ ولور اور

لاب تو لڑکی کے جہیز کے لئے لیتے ہیں حالانکہ ہوتا یہ نہیں - نچلے طبقوں میں یہ ولور اور لاب والدین خود لیتے ہیں لیکن اب یہ بہانہ بنایا جا رہا ہے کہ ہم اس لئے لیتے ہیں تاکہ لڑکی کے لئے گھر کا سامان اور جہیز کا سامان بنایا جا سکے - تو اس پر بھی پابندی لگائی جائے اور اس بل کی دفعہ ۱ میں جہاں جہیز کی تعریف بتائی گئی ہے کہ جو لڑکی والے لڑکی کو دیں تو اس کے vice versa ہو کہ جو لڑکے والے لڑکی کو دیتے ہیں نقد یا جنس کی صورت میں ، اس پر بھی صوبہ بلوچستان میں اس حد تک پابندی لگائیں کہ اس قانون سے وہ لوگ بھی فائدہ حاصل کر سکیں - شکریہ -

جناب چیئرمین : شکریہ ! جناب شیر محمد خان !

جناب شیر محمد خان : جناب والا ! اس وقت جو بل زیر غور ہے یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس بل کے پاس ہونے کے بعد جب یہ قانون کی شکل اختیار کرے تو خدا کرے کہ ہمارے معاشرے سے وہ برائی ختم ہو جو اس وقت جہیز کی شکل میں ، ایک صورت میں یا دوسری شکل میں ، ہمارے ملک میں موجود ہے - میرے دوست طاہر محمد خان نے بلوچستان کا ذکر کیا جہاں جہیز دوسری شکل میں موجود ہے - یہ لڑکی والے نہیں دیتے بلکہ یہ لڑکے والوں کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ ولور کی شکل میں یا کسی اور شکل میں ، نقد یا زیورات یا مال جائیداد کی شکل میں لڑکی والوں کو دیتے ہیں - تب جا کر وہ لڑکی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں - یہ طریقہ فرنٹیئر کے بعض علاقوں میں بھی مروج ہے اور خاص طور پر کوہستانی علاقے میں یہ روایت زمانہ قدیم سے چل رہی ہے کہ وہاں لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے لڑکے والوں کو اپنا تمام اثاثہ فروخت کرنا پڑتا ہے اور لڑکے کو دور دراز جاکر نوکری اور مزدوری کرنی پڑتی ہے ، تب جا کر ، لڑکی والوں کو پیسے دے کر یا جائیداد دے کر ، وہ لڑکی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں - تو پنجاب اور سندھ میں جہیز ایک شکل میں موجود ہے اور یہی جہیز کی لعنت فرنٹیئر اور بلوچستان میں دوسری شکل میں موجود ہے - ایک طرف لڑکی جس کے والدین غریب ہوں اور جہیز نہ دے سکتے ہوں اس لڑکی کے بال سفید ہو جاتے ہیں لیکن شادی کے لئے کوئی نہیں پوچھتا ، کوئی پرسان حال نہیں ہوتا کہ کوئی آ کر اس لڑکی کو بیاہ لے یا اس کے ساتھ منگنی یا شادی کر لے کیونکہ وہاں سے جہیز نہیں ملتا - یہی طریقہ فرنٹیئر اور بلوچستان میں دوسری شکل میں ہے کہ غریب کا لڑکا بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کو کوئی لڑکی دینے کو تیار نہیں ہوتا - تو یہ دونوں قباحتیں اور یہ دونوں خرابیاں اپنی انتہا تک پہنچ چکی ہیں اب اس بل سے ایک فائدہ ہو گا صوبہ پنجاب میں اور صوبہ سندھ

[Mr. Sher Mohammad Khan]

میں اور اس کا اثر پڑے گا فرنٹیر اور بلوچستان پر بھی - تو اس بل کو اپنی اصل شکل میں رکھ کر اس کا اطلاق قانون کی شکل میں کیا جائے اور پھر حقیقت پسندی کے ساتھ اس پر عمل در آمد کیا جائے -

جناب والا ! یہ تمام کی تمام اس سرمایہ دارانہ نظام کی خرابی ہے کہ جہاں انسان یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے دوسرے لوگوں کی نسبت معاشرے میں بڑا آدمی سمجھیں - میرے دوست طاہر محمد خان نے تفصیل سے بتایا ہے کہ انسان اپنی جائیداد وغیرہ سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کتنا بڑا آدمی ہے اور بد قسمتی سے اس ملک میں انسان کی بڑھائی اور اس کی عزت مال اور جائیداد کی مرہون منت ہے - چاہے کسی انسان میں حقیقی خوبی کیوں نہ ہو ، کوئی انسان کتنی قابلیت کیوں نہ رکھتا ہو لیکن اس کی انسانیت کی ، اس کی قابلیت کی اور اس کی سب خصوصیتوں کی کوئی وقعت نہیں جب تک اس کے پاس مال نہ ہو اور اب انسان اپنی فطرت سے مجبور ہے کہ وہ دوسرے انسان کی نسبت اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لئے ، اپنے آپ کو با عزت بنانے کے لئے ، اپنے آپ کو پروقار بنانے کے لئے جد و جہد کرے - اس سے جناب والا ! ہمارے یہاں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں - کیونکہ وہ جائیداد کی مرہون منت ہے - اس سے اس میں جائز و ناجائز ، حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے - جائیداد کو حاصل کرنے کے لئے قتل و غارت گری ہوتی ہے ، بھائی اور باپ کا قتل ہوتا ہے ایسی ایسی گھٹیا قسم کی حرکات ہوتی ہیں کہ اچھے بھلے انسان کو بڑی ناکارہ قسم کی ، خراب قسم کی حرکات کرنی پڑتی ہیں - جب وہ دھندا کرتا ہے تو معاشرے میں بد نام ہو جاتا ہے - لوگ اسے عزت و تکریم کی نگاہ سے نہیں دیکھتے - اسے غنڈہ قاتل اور ڈاکو کہتے ہیں لیکن یہ سب کچھ کرنے کے بعد جب اس کے پاس جائیداد آ جاتی ہے اور اس جائیداد سے وہ لاہور ، گلبرگ میں ایک عالی شان خوبصورت کوٹھی کا مالک بن جاتا ہے - اور اس کے بچے انگلینڈ اور پیرس کے سکولوں میں پڑھتے ہیں اور پھر یہ مال و جائیداد اس کی تمام برائیوں کی پردہ پوشی کر لیتا ہے لوگ اس کو پھر سوسائٹی کا فرد سمجھتے ہیں ان کی لڑکیوں کے لئے دعوت دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ بیاہ کیا جائے - اپنے لڑکے کے ساتھ شادی کی دعوت دیتے ہیں اور پھر شادی بیاہ بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے کرتے ہیں - اس کو جہیز کا نام دیا جاتا ہے اور جیسا کہ میرے دوست نے کہا ہے اس کو ولور کا نام دیا جاتا ہے اور فرنٹیئر میں اس کو نفع ، اور ہری گن کا نام دیا جاتا ہے تو یہ تمام قباحتیں جس وقت تک اس ملک میں موجود ہیں - نہ ان کا ہمارے معاشرے کے ساتھ حقیقت میں کوئی تعلق ہے اور

نہ اسلام میں اس کا کوئی جواز ہے اور نہ ہی ہماری انسانیت اس کی کوئی اجازت دیتی ہے - اور نہ ہی ہم اس ملک میں رہنے والے لوگ جنہوں نے پاکستان کو اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے اس کے متحمل ہو سکتے ہیں -

اس بل میں چند ایک بڑے اچھے اقدامات کی کوشش کی گئی ہے کہ تحائف کتنے دیئے جائیں ، جہیز کتنا ہونا چاہئیے - اس کی رجسٹریشن ہوگی ' اس کی نمائش ہو گی - لیکن میں ایک اور بات گوش گذار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ باپ کی جائیداد میں لڑکے اور لڑکی دونوں کا حصہ ہوتا ہے - قانون شریعت کے مطابق لڑکی کا حصہ ہوتا ہے اور قانون قدرت کے مطابق لڑکے کا حصہ ہوتا ہے - اب لڑکے کو باپ کی پوری جائیداد مل جاتی ہے لیکن لڑکی کو کوئی حصہ نہیں دیا جاتا -

(مداخلت)

جناب شیر محمد خان : تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ - - -

جناب چیئرمین : ان کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے مطابق بھی لڑکی کا حصہ ہوتا ہے - اور شریعت ایکٹ جو پاس ہے -

(مداخلت)

جناب چیئرمین : فرنٹیر میں تو پاس ہے - اس کے مطابق بھی ان کا حصہ ہوتا ہے -

خواجہ محمد صفدر : یہ سارے پاکستان میں ہے -

جناب شیر محمد خان : جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا کہ - - -

جناب چیئرمین : رواج کے مطابق - - - -

جناب شیر محمد خان : جناب والا ! قانون ملک میں موجود ہے اور قران میں بھی موجود ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لڑکے کا اتنا حصہ اور لڑکی کا اتنا حصہ -

کیا قرآن مجید کے بعض حصے پر ہمارا ایمان ہے اور بض حصے سے ہم انکار کرتے ہیں - تو کیا اسے ہم ایمان کہہ سکتے ہیں ؟ اب جہیز بل میں یہ ہے کہ آپ لڑکے کو اتنے تحفے دے سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں دے سکتے - لڑکی کو تحفے دیں یا نہ دیں ، لڑکی کو باپ کی جائیداد میں سے اس کا حصہ ضرور دلائیں یہ لازمی بات ہے - باپ کی وراثت میں سے لڑکے کو تو حصہ ملتا ہے لیکن لڑکی کو نہیں ملتا آپ کے پنجاب میں ملتا ہو تو مجھے پتہ نہیں لیکن ہمارے فرنٹیئر میں

[Mr. Sher Mohammad Khan]

کسی بھی لڑکی کو حصہ نہیں دیا جاتا - مجھے بتائیں کون سے بڑے نواب نے اپنی لڑکی کے نام مربعے الاٹ کرائے ہیں کتنے مکانات الاٹ کرائے ہیں کتنی کاریں دیں ، کتنی بسیں دیں ، کتنے کارخانے اس کے نام کیے ہیں - وہ تو سب لڑکے کا حصہ ہے - اگر خرابی کو ختم کرنا ہے تو صحیح بنیاد سے اس کو ختم کریں لڑکی کو پھر نہ تحفوں کی ضرورت پڑے گی نہ جہیز کی ضرورت پڑے گی اور نہ اس کو زیور کی ضرورت پڑے گی اور نہ کسی چیز کی ضرورت رہے گی - لڑکی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جائے گی اور کوئی بھی نوجوان آ کر اس سے شادی کر لے گا اسلام کے مطابق - جناب والا ! ان گزارشات کے ساتھ میں آپ کا شکر گزار ہوں -

جناب چیئرمین : تھینک یو ویری مچ - مس آصفہ فاروقی -

مس آصفہ فاروقی : جناب چیئرمین ! اس برصغیر ہندو پاکستان میں رسم ستی کے خاتمہ کے قانون کے بعد میں سمجھتی ہوں کہ آج کا بل سب سے اہم بل ہے جس کے ذریعے سماج میں عورت کو ایک ضروری تحفظ دیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلے سماج میں عورت کو کوئی ایسا تحفظ حاصل نہیں تھا اور یہ تو تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ جب بیٹی پیدا ہوتی تھی تو ماں باپ اسے پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ کر مار دیتے تھے یا زندہ درگور کر دیتے تھے وہ ایسا کیوں کرتے تھے ؟ میرے خیال میں شاید وہ مستقبل کی ان رسومات سے ڈر کر ہی کرتے تھے کہ اس بیٹی کے پیدا ہونے سے ہمیں ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا -

اور پھر ایک غریب ماں باپ کے لیے بیٹی کے جہیز کا اور دیگر رسومات کا بوجھ - ایک ایسا بوجھ تھا کہ کروڑوں والدین اپنی بیٹیوں کی شادی کے لیے ساری عمر ہی قرض ادا کرتے ہوئے مر جایا کرتے تھے - جو ان کے پاس پونجی ہوتی تھی مثلاً اگر کسی کے پاس مکان ، دکان ، یا زمین کا چھوٹا ٹکڑا ہوتا تھا وہ اسی کو رہن رکھ دیتا تھا کہ برادری اور سماج میں ان کی ناک نہ کٹ جائے کہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی پانی کے پیالے پر کی ہے اور یہ تو ایک ضرب المثل بن گئی ہے کہ جو شخص بھی اپنی بیٹی کی شادی سادگی سے کرتا تھا جو والدین زیادہ اخراجات برداشت نہیں کر سکتے تھے ان کے لئے ضرب المثل بن گئی تھی کہ فلاں شخص نے اپنی بیٹی کا بیاہ ایک پانی کے پیالے پر کر کے رخصتی کر دی -

جناب چیئرمین ! آفرین ہے ہمارے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو پر کہ انہوں نے اپنے اس دعویٰ کو پورا کر دیکھایا کہ مجھے اپنے غریب عوام ، امیروں کی

نسبت زیادہ عزیز ہیں - اب ان سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کی بیٹیوں کے نکاح بھی اگر پانی کے پیالے پر نہیں تو سیون اپ یا کوکا کولا کی بوتلوں پر ہی ہوا کریں گے - جناب چیئرمین شادی پر خرچہ کرنے کے متعلق اس بل میں جو بتایا گیا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم اتنے ہی آدمی مدعو کرسکتے ہیں جتنے کے پچیس سو روپے میں کھانا کھا سکیں اور جہیز کے لئے بھی جو پانچ ہزار کی حد مقرر کی گئی ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت اچھا قدم ہے - اس کے ساتھ ہی لڑکے والوں پر یہ پابندی ہونی چاہئے کہ وہ یہ مطالبہ نہ کریں کہ فلاں لڑکی جس سے ہم شادی کر رہے ہیں وہ اتنا جہیز یا اتنی چیزیں لے کر آئے - ٹھیک ہے قانون وراثت بھی ہے اس سے ہم منکر نہیں ہو سکتے - بہت سے والدین اپنی وہ جائیداد بیچ کر جو انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے رکھی ہوئی تھی، اپنی بیٹی کے جہیز کی نذر کر دیا کرتے تھے - پھر جائیداد وہ بچارے کہاں سے دیتے - جب کہ جہیز دینے کے لئے اور برادری کو روٹیاں اور دعوتیں دینے کے لئے انہیں اتنے اخراجات برداشت کرنے ہوتے تھے جناب چیئرمین ایک چیز اور بھی ہے شاید ہمارے لوگ یہ سوچ رہے ہوں کہ جب یہ بل قانون بن کر نافذ ہو جائے گا تو لوگ اس پر عمل درآمد نہیں کریں گے - میں کہتی ہوں اور پورے وثوق سے کہتی ہوں کہ ہمارے ملک کا ہر باشعور شہری ہر صاحب فکر جس کے گھر میں بیٹی یا بہن ہے وہ اس قانون پر عمل در آمد کرنے کے لئے حکومت کے ساتھ تعاون کرے گا - اگر وہ ایسے لوگوں کو جو اس کی خلاف ورزی کریں گے ان کو روک نہیں سکے گا تو کم از کم ان کے لئے مشکل ضرور بنا دے گا کہ وہ اس قانون کی خلاف ورزی نہ کریں اور پھر جہیز بل ایسا بل ہے کہ جس کے لئے ہر طبقہ فکر کے لوگ خوش ہیں - خواہ کوئی امیر ہے خواہ کوئی غریب ہے - خواہ کوئی متوسط طبقے سے تعلق رکھتا ہے خواہ کوئی چھوٹے طبقے سے تعلق رکھتا ہے میں اپنی ہی مثال دیتی ہوں جس روز سے قومی اسمبلی میں یہ بل پیش ہوا ہے - مجھے روزانہ بعض سرکاری ملازمین کی خواتین کہ جن کی تین، تین چار، چار بیٹیاں ہیں یا کوئی بیٹا نہیں ہے ان کے ٹیلی فون آتے ہیں - کہ ہمیں جہیز بل کی present position بتائیے - اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک عام شخص اس بل کے قانون بن کر نافذ ہونے میں کس قدر جلدی چاہتا ہے - اور چاہتا ہے کہ یہ فوراً نافذالعمل ہو جائے، تو پھر کون سی چیز ہے جو اس کو نافذ ہونے سے روکے گی -

[Mrs. Asifa Farooqi]

جناب چیئرمین ! جب غریب بیٹیاں خالی ہاتھ بیاہی جاتی تھیں تو انہیں ساری عمر طعنے ملا کرتے تھے کہ ماں سے اتنا بھی نہ ہوا کہ دو جوڑے ہی دے کر رخصت کرتی - جناب چیئرمین اگر کوئی بیٹی ان حالات سے تنگ آ کر خود کشی کر لیتی تھی - یا اگر خود کشی نہیں کرتی تھی تو وہ ساری عمر کے لئے اس طرح جیتی تھی جیسے زندہ درگور ہو - تمام عمر اسے طعنے ملتے رہتے تھے - قوم کی بیٹیوں پر یہ قائد عوام کا احسان عظیم ہے غریب والدین کے لئے ' متوسط طبقے کے لئے کہ انہوں نے قوم کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھتے ہوئے قوم کی بیٹیوں ، اس دھرتی کی بیٹیوں کی مشکلات اور حوا کی بیٹیوں کی مجبوریوں کو اپنی مجبوری سمجھتے ہوئے انہوں نے ایسی چیزوں ، ان سماجی برائیوں اور سماجی ناانصافیوں کو ختم کرنے کے لئے یہ بل پیش کیا ہے - جناب چیئرمین صاحب ! حد تو یہ تھی کہ جب غریب خواتین بیاہ کر چلی جایا کرتی تھیں تو پھر جب ان کے والدین یہ مثال دیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جہیز میں کیا چیز دی تھی تو کوئی بھی ان کی مثال کو نہیں سمجھتا تھا - دولت کی ہوس بڑھ گئی تھی - دولت کی پرستش شروع ہو گئی تھی - انسان کی جو وقعت تھی ' انسان کی جو قدر تھی - وہ سرمائے کے سامنے اور پیسے کے سامنے بالکل ختم ہو چکی تھی - اسلام کی بھی جو مثالیں دیتے تھے پیغمبروں کی - ان کے پاس کس چیز کی کمی تھی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی بیٹی کو جہیز دیا - تو کیا ان کے پاس کس چیز کی کمی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو کچھ بھی نہیں دے سکتے تھے لیکن انہوں نے جو چیزیں جہیز میں دیں وہ اس طرح کر کے دی تھیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی کو مسلمان قوم کے سامنے ' اپنی امت کے سامنے ایک مثال اور ایک نمونہ بنا کر پیش کرنا چاہا تھا - مگر افسوس کہ اس مثال کو ، اس نمونے کو ہم مسلمان بھائی بھول گئے اور ہم دولت کی ہوس میں اتنے اندھے ہو گئے کہ ہم نے شادی کی تقریبات کو دولت کی نمودو نمائش کا ذریعہ بنا لیا - اور میں تو کہتی ہوں کہ یہ جہیز جو تھا یہ اس کی یعنی دولت کی نمود و نمائش کے لئے ایک موقعہ فراہم کرتا تھا جس میں غریب کی غربت کا مذاق اڑایا جاتا تھا اور سرمایہ داروں کے سرمائے کی داد دی جاتی تھی -

جناب چیئرمین ! یہ ہماری حکومت کا ایک تاریخی اور انقلابی قدم ہے - جو

پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا کہ جب پیپلز پارٹی اس ملک میں برسر اقتدار آئی تھی تو انہوں نے اس ملک کی نصف آبادی جو خواتین تھیں ان کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھتے ہوئے اس سماجی برائی کو جو صدیوں سے ہمارے پیچھے پڑی ہوئی تھی جس کو جڑ سے اکھاڑنا اتنا ہی مشکل تھا جتنی کہ پرانی تھی اور یہ ایک ایسی برائی تھی جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ اس کو اتنی جلدی ختم ہی نہیں کیا جاسکتا ۔ مبارک باد کے مستحق ہیں جناب چیئرمین ہمارے وزیر اعظم اور مولانا صاحب میں ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں ۔ میں مشکور ہوں ۔ پاکستانی خواتین اور ہماری آنے والی نسلیں مشکور رہیں گی قائد عوام کی جنہوں نے اس احسان عظیم سے بخشا اور جب اس قانون کو نافذ کر دیا جائے گا تو اس سے ہماری حکومت کے کام سے اور اصلاحات سے عام لوگ بہت زیادہ خوش ہوں گے اور مولانا صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر اس میں کوئی مشکلات پیش آئیں اور اس کے نفاذ میں مشکلات پیش آسکتی ہیں تو ان کو دور کرنے کے لئے سوچا جاتا رہے گا اور ترامیم ہوتی رہیں گی ۔ اور ٹھیک ہے کہ اس قانون کو نافذ کرنے کے بعد جب کوئی مشکلات پیش آئیں تو ہم اس ایوان کے ممبر ہونے کی حیثیت سے قائد عوام اور جناب متعلقہ وزیر سے خود عرض کریں گے کہ جناب اس قانون کو نافذ کرنے کے بعد یہ اچھائیاں اور یہ برائیاں سامنے آئی ہیں ۔ لوگ اس طرح اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔ اور اس طرح اس کا صحیح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جناب چیئرمین ! آخر میں میں اس ایوان کی خاتون ممبر ہونے کی حیثیت سے میں اپنی کروڑوں بہنوں کی طرف سے اپنے وزیر اعظم صاحب کا اور متعلقہ وزیر صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں ۔ ان کے احساسات کی ترجمانی کرنے کے لئے اپنے اس ایوان کا بھی پھر شکریہ ادا کروں گی جب یہ بل منظور ہو جائے گا ۔

Mr. Chairman : Thank you very much. Yes, Mr. Kamran Khan.

Mr. Kamran Khan : Nothing much is left, Sir, now for me to speak on.

Mr. Chairman : There is still much left. It is an 'Ihsan' not so much on the 'larki' but on 'walden'—parents. They will be relieved of the burden. You see it is not the girl—the would-be bride, it is the parents who will be relieved of this burden.

(*Interruptions*)

Mr. Chairman : I think the poor parents must welcome it very much more than their daughters. Well, you can speak on this subject.

Mr. Kamran Khan : Sir, there can be no two opinions on limiting the expenditure on marriages. That indeed has been a very serious matter and a social evil. It should have been eradicated long ago. But Sir, social evils cannot be eradicated by merely bringing in legislations.

Two things are very important. Firstly, the people in power should set examples of simple living to be emulated by the general public. Secondly, there should be put curbs on ill-gotten wealth. That is the root cause of all evils of our society. There is a change in our values. As the honourable member rightly pointed out today in our society a person is respected not for what he is but for what he possesses, that is, power or money.

Money is also a power beyond a certain limit. Sir, Quaid-i-Azam wanted this nation to be a self-respecting nation and the people to be self-respecting, upright, straight and honest. I was told an incident, an episode that when Quaid-i-Azam visited Peshawar as the first Governor-General of Pakistan, some prominent personalities of the Frontier were being introduced to him and when he came to a line there was a prominent personality and he made a right angle. He bowed too much and Quaid-i-Azam refused to shake hand with that man and he walked off. But, Sir, after his death when small people came to preside over the destinies of this nation sycophants and flatterers got around them and then a scramble for money started. First it was the evacuee property. When that was exhausted by wrong distribution amongst undeserving people then started import licence, then sale of industrial licences, then permits, then depots and then......

Mr. Ahmad Waheed Akhtar : On a point of order, Sir.

جناب والا ! کامران صاحب کی گفتگو کسی اور موقع کے لئے درست ہو سکتی ہے لیکن gotten ill-gotten کی حد تک حوالہ کافی تھا اس کے بعد گذشتہ سالوں میں دولت کے لئے غلط ذرائع اختیار کرنا ' یہ میرے خیال میں فرسٹ ریڈنگ کی حد تک شاید ریلیونٹ نہیں ہوگا -

Mr. Kamran Khan : I am sorry, Sir, if it hurts some people. I did not want to hurt anybody. I was just pointing out the root causes.

جناب احمد وحید اختر : جناب والا ! میری یہ گذارش ہے کہ کامران صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی داد دی جاتی ہے لیکن اس بل میں یہ فرسٹ ریڈنگ کی حد تک شاید ریلیونٹ نہیں ہے -

Mr. Chairman : It is very difficult to give a ruling on this point, because we have been saying so many things from the very beginning not directly concerned with this Bill. What happened in the past has already been said by many previous speakers.

Mr. Kamran Khan : Sir, my friends from that side made a mention of this.

Mr. Chairman : What he wanted to say is that you should not go into details as to what had happened 20 or 30 years back at the time of Quaid-i Azam.

Mr. Kamran Khan : This is what I was saying, Sir. Since the moral values and social values have changed......

Mr. Chairman : No, no, I understand that.

Mr. Kamran Khan : Sir, I am coming to the point. The point is that these things have given rise to another thing. Another class of rich has come into existence and with that class coming into existence the expenditure on marriages and on ostentatious living has also increased. That is my point. If a person makes money by the hard way, by the right way he is entitled to enjoy the fruits of his money, of his labour, by all means. But ill-gotten wealth......

Mr. Chairman : No, no. The distinction and difference between ill-gotten and well-gotten wealth would not be quite relevant to the subject matter under discussion. Well, you can only say that wealth, whether ill-gotton or well-gotten, should not be the criterion of a man's importance or his status in society. Wealth should not be. There should be some other qualifications, some other virtues. You can say that because strictly speaking whether the wealth is ill-gotten or well-gotton, in both the cases its demonstration, its show and its exhibition should be avoided. That will be relevant otherwise it will lead to the inference that probably the wealth which has been well-earned by legal means, by moral means and by proper means should be made the subject matter of show and demonstration and the ill-gotten wealth should not be.

Mr. Kamran Khan : No, Sir. There is a point. While money earned in right way......

Mr. Chairman : This does not hold good in Pakistan. This evil is rampant not only in Pakistan but in many other countries.

Mr. Kamran Khan : But we are talking about our own society. We are bringing a Bill to reform one of our social evils and if you just permit me......

Mr. Chairman : In order to remove and eliminate social evil, a discussion on the definition, on the distinction, between ill-gotten and well-gotton wealth would not be quite relevant.

Mr. Kamran Khan : There is a distinction. Why, Sir ? If you permit me I will just......

Mr. Chairman : I have never said that there is no difference. I say this for the purpose of this Bill.

Mr. Kamran Khan : Sir, the ill-gotten money is easy money. When it comes easy it is spent in the same way. But a person who makes his

[Mr. Kamran Khan]

money, who earns his wealth in the right way and in the hard way, he does not indulge in such short things. That was my point.

Mr. Chairman : Kamran Khan you understand what I mean to say. I say that for the purpose of this Bill it would not be relevant. It would not be very material. The root, the central, the basic and the pivotal point is this that wealth should not be made on such occasions an article of pump and show because it hurts the poor people This is the motive why this Bill has been brought that the people should not be allowed to make a show of their wealth by giving dowry and thousands and lakhs or whatever it is. You know all these things. Poor people cannot afford to give that much and they develop an inferiority complex. So, this is the crux of the whole thing. You understand that. You can speak on that but to say, how people earned their wealth, by unfair means, by illegal means, by immoral means, that would not be relevant for the purpose of this Bill. Otherwise this is relevant but not for the purpose of this Bill.

Mr. Kamran Khan : All right, Sir. I will straightaway come to one point. If those things are irrelevant, if the moral fibre of our society is being destroyed and that becomes irrelevant, I will personally feel that you can repair any damage, even Tarbela can be repaired, but if the moral fibre of our society which is being destroyed, no matter how many legislations are brought about nothing will repair that damage. So, this was my submission. It is a simple thing. Another thing is that the amount of dowry has been fixed in terms of money. Now, Sir, when the girl is born in our society, in Frontier, in Punjab also, I believe everywhere in whole of the country, the mother starts collecting odd pieces, bits and ends, of clothes, furniture and utensils for the wedding. Now, Sir, a mother who has collected these pieces, say about 15 years ago when things were not so expensive and if these things are to be evaluated at today's price it will be unfair. I think the dowry that the mother has got may be originally she spent 5,000 rupees on it but its present price is Rs. 15,000 or 20,000.

Mr. Chairman : You want to increase it.

Mr. Kamran Khan : I don't want to increase it but I have a suggestion to make that the expenditure should be fixed in terms of kinds like in olden days they used to fix them up in terms of dates or number of cattles. Here if the limit of expenditure on dowry as well as on other expenditure is fixed in terms of wheat and say that the total expenditure or the total aggregate value of the dowry should not exceed a particular weight of wheat, a few maunds here and there at the current price, then this Bill will hold good for a number of years to come. Now, Sir, if you fix up today 5,000 rupees as the limit on dowry. after ten years this amount would hardly be equal to 500 rupees the way our currency is losing its value on account of the inflation throughout the world.

Mr. Chairman : Your time is coming to end.

Mr. Kamran Khan : Right, Sir. That was my humble suggestion. Thank you very much.

Mr. Chairman : Thank you. Now, Rao Abdul Sattar.

راؤ عبدالستار (قائد ایوان) : جناب چیئرمین ! جہیز بل جو اس معزز ایوان میں زیر بحث ہے یہ بھی عوامی حکومت کے لئے باعث مبارک باد ہے کیونکہ جہاں انہوں نے اقتصادی میدان میں اصلاحات کی ہیں وہاں سماجی میدان میں بھی یہ ایک بڑی انقلابی اصلاح ہے کیونکہ جہیز جو ہے وہ اس معاشرے میں ایک غیراسلامی رسم ہے اور خاص طور پر اس اسلامی معاشرے میں ہندو پاکستان میں غیر اسلامی رسوم کا بڑا اثر رہا ہے جس کی وجہ سے یہ جہیز جو ہے اس موجودہ معاشرے میں ایک رستے ہوئے ناسور کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اس بل کو پیش کرنے میں وزیر مذہبی امور کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے معاشرے کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھا ہے اور جناب والا ! اسلام میں ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسن انسانیت نے جو سبق دیا ہے اس میں اخوت، محبت اور مساوات کا سبق دیا گیا ہے اس میں سادگی کا سبق دیا گیا ہے اور ان کی اپنی مثال اور شریعت موجود ہے انہوں نے کوئی نمائش جہیز کی کبھی نہیں کی اور اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی میں انہوں نے کوئی زیور و دولت کوئی ایسی چیز نہیں دی بہت سے دوست یہ اعتراض کر رہے ہیں اور نیشنل اسمبلی میں بھی اعتراض کیا ہے کہ یہ اسلام پر پابندی عائد کی جا رہی ہے جناب والا ! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں جتنی سادگی اور رواداری پر زور دیا گیا ہے اتنا کسی مذہب میں نہیں دیا گیا اسلامی معاشرے میں عورت کو وہ مقام حاصل ہے کہ وہ جائیداد میں حصے دار ہے اس لئے اس کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا کہ جہیز جیسی لعنت اور ایسی برائی جو ہے وہ اسلام میں موجود ہو سکتی ہے - جناب والا ! اس جہیز کی لعنت کی وجہ سے کئی والدین جو ہیں وہ اپنی حسرت اپنے دل میں لئے اس دنیا سے چلے گئے کہ اپنی بچیوں کے ہاتھ پیلے کر سکیں لیکن وہ جہیز کی وجہ سے اپنی بچیوں کی شادی نہیں کر سکے اور اس معاشرے میں جہیز کی وجہ سے کئی ہنستے کھیلتے گھرانے جو تھے وہ اجڑ گئے - جناب والا ! میں یہ کہونگا کہ یہ بھی انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کی بدترین مثال ہے - یہ بھی سرمایہ دارانہ معاشرے کی پیداوار ہے اور اس لعنت نے ہمارے موجودہ معاشرے میں سماجی میدان میں جتنے نقصانات کئے ہیں اگر میں ان کو گنوانا شروع کروں تو میرے خیال میں میرے جو دس منٹ جو ہیں وہ ان کے لئے ناکافی ہوں گے -

جناب والا ! میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جو موجودہ قانون ہے اس کو جتنی جلدی پاس کیا جائے یہ ہمارے معاشرے ہمارے ملک اور ہماری قوم اور ملت کے لئے اتنا ہی فائدہ مند ہو گا موجودہ قانون میں جو سب سے بڑی چیز ہے وہ یہ ہے کہ پانچ ہزار روپے کی حد مقرر کی گئی ہے اور کوئی والدین اپنی لڑکی کو

[Rao Abdus Sattar]

جہیز پانچ ہزار روپے کی مالیت سے زیادہ نہیں دے سکے گا اس کے علاوہ جہاں تک تحفے تحائف کا تعلق ہے اس کی حد سو روپے مقرر کی گئی ہے اور سو روپے سے زیادہ کوئی شخص اپنے دوست کو یا اپنے کسی دوست کی بیٹی کی شادی میں تحفے کے طور پر نہیں دے سکتا ہے اس سے زیادہ مالیت کی کوئی چیز نہیں دے سکتا جناب والا سب سے بڑی چیز جو ہے وہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں واقعی اس قانون کے بڑے دور رس نتائج برآمد ہوں گے کیونکہ اس میں ایک قسم کی حد مقرر کر دی گئی ہے اور میں کہوں گا کہ اپنے افسر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یا اپنے سے کسی بڑے آدمی کو جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنے کی گنجائش ہو اس کے لئے میں صرف ایک اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک سیکرٹری نے اپنی بیٹی کی شادی منعقد کی جو کہ حکومت پاکستان کے ایک بڑے محکمے کا سیکرٹری تھا اور اس کی بیٹی کی شادی کی خبر اخبارات میں بھی ہم نے پڑھی کہ کتنے ریفیرجریشن کتنے ائرکنڈیشن اور بڑی بڑی چیزیں جو ہیں وہ تحفے کے طور پر اس کے ماتحتوں نے پیش کی ہیں نہ آپ اس شادی کو بھولے ہوں گے اور نہ ہم اس شادی کو بھول سکتے ہیں ---

جناب نرگس زمان خان کیانی : راؤ صاحب سونے کے ٹی سیٹ

راؤ عبدالستار : جناب والا ! میں صرف یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب کم از کم ہمارے وزراء صاحبان ہمارے چیئرمین صاحب ، ہمارے ڈپٹی چیئرمین صاحب ، ہمارے سپیکر صاحبان ، ہمارے ڈپٹی سپیکر صاحبان ، ہمارے وزراء مملکت اور ہم ممبران بھی اپنے قریبی رشتے داروں کے علاوہ کوئی تحفہ جو ہے وہ سو روپے کی مالیت سے زیادہ کا نہیں لے سکتے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بل میں جو اچھی چیز ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی لڑکی کی شادی پر جو چیزیں جہیز کے طور پر دیں گے اس کی اطلاع ہمیں رجسٹرار کو دینی پڑے گی اور ایک فہرست سامان کی دینی پڑے گی کہ فلاں فلاں چیز جو ہے وہ ہم اپنی بچی کی شادی میں دے رہے ہیں اس کے علاوہ وہ رجسٹرار پندرہ دن کے اندر ڈپٹی کمشنر کو اطلاع دے گا جناب والا ! اس بل کے پاس ہونے کے بعد جو کوئی جہیز بل کی خلاف ورزی کرے گا اس کے لئے چھ ماہ قید اور دس ہزار روپے جرمانہ رکھا گیا ہے یا تو چھ ماہ قید ہو گی یا دس ہزار روپے جرمانہ ہوگا اور اگر کوئی عورت مجرم قرار پائی گئی تو یہ بڑی خوبی ہے اس کو قید کی نہیں بلکہ جرمانے کی سزا دی جائے گی اور سب سے اچھی کلاز اس بل میں یہ ہے کہ کوئی شخص جو اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کی گرفت میں آئیگا تو اس کا سامان جو ہے وہ بحق سرکار جمع ہوگا اور جو جرمانہ ہوگا

وہ بھی بحق سرکار جمع ہو گا اور وہ ان نادار اور مفلس بچیوں کی شادی پر خرچ ہو گا جن کے والدین جو ہیں وہ اتنا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ اپنی بچی کی شادی صرف کوکاکولا یا پانی پلا کر کرسکیں جناب والا یہ بڑی بڑی چیزیں جو ہیں اس بل میں آ رہی ہیں -

جہیز کی جو لعنت ہے اور اس معاشرے میں چلی آ رہی ہے وہ ختم ہو جائے گی اور ایک اچھا اور healthy معاشرہ پیدا ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اس کے اچھے ثرات جو ہیں وہ ہمارے سماجی میدان میں مرتب ہونگے شکریہ -

جناب مسعود احمد خان : جناب چیئرمین ! میں ذرا دیر سے پہنچا تھا اس لئے سپیکر لسٹ میں میرا نام بھی شامل کر لیا جائے -

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی چیئرمین کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ تقریر شروع کریں -

جناب مسعود احمد خان : میں شروع کروں ؟

جناب ڈپٹی چیئرمین : جی جی -

جناب مسعود احمد خان : جناب چیئرمین چودہ سو سال پہلے اور اس کے بعد آپ نے اور ہم نے ایک ایسی رسم بھی سنی کہ کسی گھر میں بچی پیدا ہوتی تھی تو اس کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا جناب چیئرمین ! اس کی دو وجوہات تھیں ایک تو وہ والدین جو اس لڑکی کی عزت و ناموس کے ذمے دار تھے وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور دوسرا اس لعنت کو جس کو آج ہم ختم کر رہے ہیں اس کا احساس کرتے تھے -

جناب چیئرمین ! یوں تو معاشرے میں بے بہا خرابیاں ہیں جن کی ہمارے چند دوستوں نے لیجسلیشن قومی اسمبلی میں اور یہاں سینیٹ میں آج نشاندہی کی ہے کہ لیجسلیشن کے ذریعے معاشرہ درست نہیں کیا جا سکتا - جناب والا ! قانون ہمیشہ ان لوگوں کے لئے لایا جاتا ہے جو قانون کا احترام کر سکتے ہوں جب عائلی قانون نافذ کیا جا رہا تھا اور جو اس ملک میں آج بھی نافذ ہے جس میں یہ پابندی تھی کہ کوئی ایسی لڑکی جس کی عمر ۱۶ سال سے کم ہو وہ شادی نہیں کر سکتی اور کوئی اس قسم کا نکاح درج رجسٹر نہیں ہوگا تو اس وقت بھی اس قسم کی باتیں ہوئیں مگر جناب والا ! آپ نے دیکھا کہ اس ملک کی پوری آبادی اس قانون پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شادی بھی اس ملک میں اب نہیں ہوئی اور نہ ہو رہی ہے - نہ دیہاتوں میں ہوتی ہے جس میں نکاح درج رجسٹر نہ ہو - تو

[Mr. Masud Ahmad Khan]

جناب والا ! اس قانون میں بھی اس رجسٹرار کے ساتھ جو نکاح خواں ہے وہ بھی موجود ہو گا اور رجسٹرار بھی موجود ہو گا - نکاح تو کوئی پڑھا سکتا ہے مگر درج رجسٹر کرنے والا رجسٹرار جو عائلی قوانین کے تحت رجسٹر نکاح خواں سمجھا جاتا ہے وہ بھی وہاں موجود ہو گا ، تو اس کو جہاں اندراج کی باقی چیزیں لکھنی ہوں گی وہاں ایسی چیزوں کی فہرست یعنی جو کچھ جہیز میں دیا ہو گا اور جو اس سے پہلے دیا ہو گا اس کو بھی درج رجسٹر کرنا ہو گا - یہ کیسی بات ہے کہ اس پر عمل نہیں ہو سکے گا ؟ کیونکہ ہمارے علاقوں یا سارے پاکستان میں یونین کمیٹی اور یونین کونسل کی حدود ابھی تک ویسی ہیں - رجسٹرار ان کے ساتھ ہے - ان کی جو بھی ہدایات ہیں ان کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں - جیسا کہ کل جناب مولانا کوثر نیازی صاحب نے فرمایا کہ آئین کی چوتھی ترمیم کے بعد یہ واحد بل ہے جس پر سب سے زیادہ بحث ہوئی اور اس کے علاوہ بھی ملک کے تمام ذرائع ابلاغ استعمال کئے گئے اور ایسے ادارے جن کی رائے مفید ثابت ہو سکتی تھی ان کو سوالنامے جاری کئے گئے - یہ وہ بل ہے جس سے ہر گھر متاثر ہو سکتا ہے - چنانچہ سوالنامے کو سامنے رکھ کر سب کچھ کیا گیا - تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوامی حکومت کی اتنی بڑی فراخدلی تھی کیونکہ پچھلے چار سالہ دور میں کوئی قانون بھی رائے عامہ کے لئے نہیں بھیجا - صرف یہی ایک قانون تھا جس کو رائے عامہ کے سامنے پیش کیا گیا - چنانچہ سوالنامے کے جوابات آنے کے بعد اس قانون کو legislative opinion کے سامنے رکھ کر اسے ترتیب دیا گیا - میں یہ سمجھتا ہوں کہ جیسے سینیٹر آصفہ فاروقی صاحبہ نے اپنی فاضلانہ تقریر میں ذکر فرمایا کہ جس دور میں آئندہ چل کر اس سلسلے میں کوئی مشکل پیش آئے گی تو یقینی طور پر اس قانون میں ترمیم کی جائے گی - جناب والا ! آپنے اپنے علاقے سے متعلق ولور کی مثال دی ہیں اب اپنے علاقے میں جو شادیوں کا طریقہ ہے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ بہاولپور ڈویژن ، ملتان ڈویژن اور اس سے آگے میانوالی کی طرف شادیاں ایسے ہوتی ہیں جس کو ہم اپنی زبان میں وٹہ سٹہ کہتے ہیں - تو جناب وٹہ سٹہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی دوسرے کی لڑکی لے رہا ہے تو دوسرے کو بھی لڑکی دینی ہو گی - اگر اس لڑکی کی عمر دو سال ہے تو وہ لڑکی تقریباً شرعی طور پر دے دی جاتی ہے مگر اس بات کو کوئی سامنے نہیں رکھتا کہ وہ لڑکا جو کل اس لڑکی کو لے گا جس کی آج عمر دو سال ہے تو کیا وہ لڑکا اس اہل ہو گا جو اس کی رہن سہن کی ذمہ داریاں قبول کر سکتا ہے - جب اس کی شادی ہوگی تو کیا وہ لڑکا سماج پر کلنک کا ٹیکہ تو نہیں بنے گا - اور وہ شادی کے قابل ہو گا میں سمجھتا

ہوں کہ جتنی نقدی، جتنا پیسہ اور زیورات دے دیں وہ ایک باپ کے لئے اتنا تکلیف دہ نہیں ہوگا جتنا اس کو یہ علم ہے کہ وٹہ سٹہ میں میری لڑکی کو آج دو سال کی عمر میں عوضانہ کے طور پر دے دیا گیا ہے۔ کیا اس کو چودہ سال mental agony face کرنی ہوگی اس لڑکے کو سامنے رکھ کر اس کے کردار کی بنیاد کیا ہے؟ میں گذارش کروں گا کہ کیا ایسی لڑکیوں کو کوئی تحفظ دیا ہے تاکہ اس وٹہ سٹہ کی رسم کو ختم کیا جائے؟ میں چاہتا ہوں کہ جہیز یا مہر یا اور تحفے تحائف یا ایسی باتیں ہیں جو میں سمجھتا ہوں اور جیسا کہ میرے دوستوں نے دکھاوا کے متعلق کہا ہے کہ لڑکی کی اس میں عزت ہے کہ اس کے باپ کو یہ طعنہ نہ ملے کہ اس کی لڑکی سسرال خالی ہاتھ آئی اور وہ خاوند کو اس بات پر instigate کرتے رہیں کہ تم غریب کی بیٹی لائے ہو۔ چنانچہ اس طعنے سے بچنے کے لئے اس نے تمام زندگی اجیرن بنالی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم ایسی چیزوں کو مدنظر رکھیں۔ اور اصل عہد جو ہم نے ابھی ابھی کیا ہے وہ پہلی دفعہ پیش کیا۔ جو ہماری حکومت نے سرداری نظام کو ختم کرنے کے سلسلے میں نافذ کیا اور اب وہ قانون بن جائے گا۔ میں اصل میں چاہتا ہوں کہ اس ملک میں غیر طبقاتی معاشرہ قائم ہو۔ اس طرف یہ ایک قدم ہے اور انشاءاللہ اب ہر قدم کے بعد جو قدم اٹھے گا وہ تیز ہو گا اور پھر ہم اپنی منزل پالیں گے۔ اس لئے اس بات کو سامنے رکھا جائے کہ ایک لڑکا جو اس اہل ہی نہیں ہے کہ وہ شادی کی ذمہ داریاں بطریق احسن پوری کرے گا۔

میں جناب وزیر مملکت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لئے اس بل میں ایسی تجاویز incorporate کر سکیں گے۔ کیا اس بل میں condition add کر سکیں گے کہ جو لڑکا شادی کرنا چاہتا ہو اس کی کچھ اہلیت اور معیار ہونا چاہیے۔ اس کی بھی یہ بات سمجھنی چاہئے کہ جب میں کسی کی بیٹی اپنے گھر میں لا رہا ہوں تو کیا میں اس کا اہل ہوں کہ میں اس کو دو وقت کی روٹی دے سکتا ہوں۔ جناب والا! ایک مزدور بھی اپنے پسینے کی کمائی کرتا ہے اور وہ اس اہل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو جو اس کے گھر آتی ہے دو وقت کی روٹی دے سکتا ہے۔ کوئی ایسا آدمی جو اپنی بیوی کو دو وقت کی روٹی نہیں مہیا کر سکتا وہ اس قابل نہیں کہ وہ شادی کرے۔ اسے ایسی شادی سے نا اہل قرار دیا جائے۔ اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ اس معاشرہ میں کسی کی بیٹی کے ساتھ کر شادی کرکے اس کی زندگی خراب کرے۔

جناب چیئرمین! اس بل میں تین الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ before, at and after اب اس میں ایک explanation ہے۔ لیکن اس کی explanation

[Mr. Masud Ahmad Khan]

چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس میں "after" کا لفظ جب ہم نے دوبارہ پڑھا تو اس میں یہ چیز درج ہے - کیونکہ اگر میں اس کے main statute کی general interpretation کو لیتا ہوں تو اس میں "after" کو ہم کسی عرصے تک بھی کھینچ سکتے ہیں - دو سال - چار سال - پانچ سال - یا before سے مراد یہ ہوگی کہ جس لڑکی کی شادی آج سے دو سال بعد ہونی ہے وہ آج سے سامان لینا شروع کر دے - تو میں وزیر موصوف کے خدمت میں گذارش کروں گا کہ وہ اس کلاز پر غور فرمائیں explanation کی جو دفعہ درج ہے - وہ یہ ہے کہ چھ مہینے کے بعد جو چاہے رخصتی کر دے مگر اس چھ مہینے کے وقفہ میں کچھ نہیں کر سکے گا - کسی قسم کی transfer نہیں کر سکے گا - کسی قسم کی transaction نہیں کر سکے گا - تو کیا یہ چھ مہینے کی قید ضرور لگانی ہے - یہ چھ مہینے کی قید main statute میں آپ نے دے دی ہے - آپ نے explanation میں لکھ دیا "after, at and before" یعنی - اس سے قبل - اس وقت - اس کے بعد - کبھی بھی کوئی شخص اس قسم کی صورت میں جہیز ٹرانسفر نہیں کر سکے گا کوئی شخص پراپرٹی یا کوئی چیز ٹرانسفر نہیں کر سکے گا کیونکہ اس بل میں سب سے بڑی خصوصیت جو میری نظر میں آئی ہے کہ کچھ اس پر عمل نہیں ہو سکے گا - وہ اس بل میں درج ہے کہ جو bridal gift جو پراپرٹی یا جہیز کی صورت میں جو چیز لڑکی کو دی جائے گی وہ اس کی مالک ہوگی - جناب والا ! ہوتا کیا تھا کہ لڑکی جو کچھ لاتی تھی خاوند اس کا مالک بن جاتا تھا - جتنا ٹرانسفر کا سامان ہوتا تھا وہ اس کی ملکیت بن جاتا تھا - جو اس بل میں penal clause درج ہے "whosoever contravenes the contents of this Act" - جو چاہے وہ اس صورت میں ہوں - چاہے دوسری صورت میں ہوں - چاہے جسے اس کا مالک بنائیں - خواہ خاوند ہو - تو اس جائیداد سے مراد زمین نہیں ہے کیونکہ ہمارے علاقے میں ایک ایکڑ زمین پانچ ہزار روپے میں ٹرانسفر کی جا سکتی ہے جس کی قیمت معمولی ہوتی ہے - بہر حال وہ اس کا مالک بنتا تھا مگر اس قانون کے تحت جو کچھ لڑکی لائے گی وہ اسی کی ملکیت ہوگا ، اس پر کسی اور کا حق نہ ہوگا - یہ بات تو اپنی جگہ بالکل صحیح ہے - باقی میرے دوست شیر محمد صاحب نے یہ کہا - - -

جناب ڈپٹی چیئرمین : چیئرمین صاحب نے وقت کی پابندی رکھی ہے -

جناب مسعود احمد خان : میں اتنی عرض کر دوں کہ law of inheritance کے متعلق انہوں نے ایک بات کہی ہے کہ شادی کے وقت لڑکی کو اس کا حصہ

ملنا چاہئے۔ جناب والا ! کوئی قانون ایسا نہیں جو باپ کو اس بات پر مجبور کرے کہ تم اپنی لڑکی کو زمین کا اتنا حصہ دے دو کیونکہ جب تک باپ مرتا نہیں اس وقت تک inheritance devolve نہیں کر سکتی۔ تب تک کوئی شخص اس کا وارث یا حصہ دار نہیں بن سکتا جب تک کہ کسی زمین یا مکان یا کسی قسم کی جائیداد کا مالک زندہ ہے۔ تو اس کو اس قانون کے تحت تحفظ نہیں مل سکتا۔ اس کے لئے علیحدہ قانون ہے اور جب کوئی والد فوت ہوگا پھر ان کو حق ملے گا اور میں نہیں سمجھتا کہ پاکستان کے کسی کونے میں بھی اس کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے کیونکہ ملک کے کسی صوبے میں یہ رسم نہیں چل رہی اور law of inheritance ہر صوبے میں ہے۔ جناب والا ! میں اس بل کی ہر زور حمایت کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ جیسے میں نے عرض کی ہے کہ ہر وہ شہری جو قانون کا احترام کرے گا وہ یقینی طور پر اس قانون پر عمل پیرا ہوگا اور اس ملک کے ۵۹ فیصد لوگ ایسے ہیں جو قانون کا احترام کریں گے۔ میں اپنے دیگر سینیٹرز اور کولیگز کی طرح اس عوامی حکومت، جناب ذوالفقار علی بھٹو اور وزیر امور مذہبی جناب کوثر نیازی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جیسے کہ سینیٹر آصفہ فاروقی نے کہا ہے، اس بل کی منظوری سے قبل ہی اس پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے اور ہمارے ایک وزیر صاحب نے اس پر عمل کیا ہے۔ بہت بہت مہربانی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ ! مسٹر احمد وحید اختر۔

جناب احمد وحید اختر : جناب چیئرمین ! میں اس بل کی حمایت کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ مجھ سے پہلے اس معزز ایوان میں دونوں اطراف سے مقررین نے اس بل کے سلسلے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ میں یہ کوشش کروں گا کہ جو باتیں مجھ سے پہلے میرے فاضل دوستوں نے تفصیلاً فرما دی ہیں میں ان سے اجتناب برتوں۔ لیکن ایک بات میں شروع میں عرض کروں گا۔ وہ یہ کہ اب تک فاضل مقررین کی تقاریر سے جو کچھ میں سمجھ سکا وہ یہ ہے کہ جیسے جہیز کا رسم ختم کیا جا رہا ہے۔ جو بل میرے سامنے ہے اس میں یہ ہے کہ

"To provide for restrictions on dowry".

اس پر کچھ قیود عائد کی جا رہی ہیں اور فاضل مقررین نے فرمایا کہ یہ ایک لعنت تھی، ایک مصیبت تھی اور آج اس سے ہماری جان چھوٹ گئی۔ اگر اس کا مفہوم یہ ہے قیود عائد کرنے سے یہ ایک صحت مند رسم بن گئی ہے پھر تو یہ بات میری سمجھ میں آتی ہے۔ جہاں تک جہیز کی رسم کا تعلق ہے

[Mr. Ahmad Waheed Akhtar]

یہ بہت پرانی ہے ، یہ ماضی میں تھی ، آج بھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ بھی رہے گی - یہ رسم ایک ضرورت کے تحت اپنائی گئی اور دنیا کے اکثر معاشروں میں اپنائی گئی ہے اور وہی ضرورت آج بھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آئندہ بھی رہے گی - اس وقت جب ابتداً جہیز دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو ہمارے اباؤ اجداد نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا جن کی شادی ہو رہی ہے ، انہوں نے ایک نیا گھر بسانا ہے - ان کی گھریلو ضرورتیں ہیں ، انہیں گھر کے لئے سامان کی ضرورت ہے ، انہیں پہننے کے لئے کچھ عرصے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے ، کچھ برتنوں کی ضرروت ہے تو میرے نزدیک ضروریات نے اس رسم کو جنم دیا اور یہ رسم پروان چڑھتی رہی اور آج بھی میں دیکھتا ہوں کہ جہاں تک پنجاب کے دیہات کا تعلق ہے یا پاکستان کے دیگر دیہات کا تعلق ہے وہاں یہ رسم انہی ضروریات کی حد تک ہے ، اگر یہ لعنت بنی تو شہروں میں آکر بنی یا اگر یہ لعنت بنی تو دیہات کے چند وڈیروں کے گھروں میں بنی - جہاں تک ایک کسان ایک مزدور اور ایک محنت کش کا تعلق ہے وہ تو جہیز پر پانچ ہزار روپے نہ پہلے خرچ کر سکتا تھا نہ آج خرچ کر سکتا ہے - یہ مسئلہ تو مڈل کلاس نے ، جو اپر مڈل کلاس کی طرف راغب تھی اور اپر مڈل کلاس نے جو وڈیرہ بننا چاہ رہے تھے ، پیدا کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ وہ سب پاکستانی ہیں تو اس کے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے - میرے نزدیک یہ ایک بڑا مستحسن قدم ہے -

جناب چیئرمین ! اس میں کوئی شک نہیں ، جیسے کے میرے فاضل دوستوں نے فرمایا ، کہ مڈل کلاس میں خاص طور پر کسی حد تک اپر مڈل کلاس میں اور جو کلاس اس سے بھی اوپر ہے اس میں یہ مسئلہ خاصا تکلیف دہ تھا اور غریب آدمی بھی اسی تگ و دو میں ہے کہ وہ کم از کم اس مڈل کلاس میں تو شامل ہو جائے - تو جب تک یہ approach ہے تب تک یہ مسئلہ لوئر مڈل کلاس کے لئے بھی ہے - تو یہ بہت اچھا قدم ہے کہ اب پانچ ہزار روپے تک کی قید لگا دی گئی ہے کہ اس سے زیادہ خرچ نہیں کیا جاسکتا اور میں توقع کرتا ہوں کہ اس پر عمل کیا جائے گا - لیکن مجھے ایک دو باتیں اور تجویز کرنی ہیں - ایک تو حق مہر کی بات ہے کہ اس سلسلے میں کوئی قید نہیں - تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ شادی کے باقی اخراجات اگر آپ پانچ ہزار روپے کی حد سے زیادہ خرچ کر رہے ہیں تو اس قانون کے تحت آپ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے لیکن جہاں یہ مسئلہ لڑکی والوں کے لئے ہے وہاں لڑکے والوں کے لئے بھی ہے - وہ بھی تو اسی معاشرے کے افراد ہیں ، وہ بھی تو پاکستانی ہیں - اب اگر وہاں

دس پندرہ بیس ہزار کا تقاضا ہے جیسے کہ آج کل عام رواج ہے بلکہ اب تو یہ سلسلہ لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب ہوتا اگر حق مہر کی بھی کوئی حد مقرر کر دی جاتی۔ اس طرح جہاں اس بل میں تحائف پر پابندی لگائی گئی کہ ایک ہزار روپے کی مالیت سے زیادہ کے نہیں دیے جائیں گے وہاں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ حق مہر کی بھی حد مقرر کی جاتی سلامی اور نیوندرہ تو اس لئے رکھا ہے کہ یہ ایک ایسی روایت ہے جس کے تحت لوگوں نے پہلے سلامی نیوندرہ دیا ہوا ہے۔ اب ایک شخص جس نے بیس پچیس شادیوں پر لاکھوں روپے کی سلامیاں دی ہوئی ہیں اور کل اس کے اپنے بچے یا بچی کی شادی ہے تو اگر آج اس پر پابندی لگا دی جاتی ہے تو اس سے ہمارا معاشرتی ڈھانچہ متاثر ہو گا۔ اس لئے انہوں نے سلامی کی رسم کو بھی اور نیوندرہ کی رسم کو بھی بحال رکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان پر بھی کوئی پابندی لگا دی جائے یا اس ایکٹ کی دفعہ ۱ کے تحت، جس میں رول بنانے کے اختیارات دیے گئے ہیں، اگر ان میں یہ پراویژن بھی رکھ دی جائے حق مہر کی حد تک، نیوندرہ اور سلامی کی حد تک، تو میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ پانچ ہزار روپے کی حد سے بڑھ کر اپنی دولت کی نمائش کر سکتے تھے یا احسانات جتا سکتے تھے یا کسی کو ممنون احسان کر سکتے تھے تو اس صورت میں وہ راستے کسی حد تک بند ہو جائیں گے۔ جناب چیئرمین! جیسے کہ میرے دوست سینیٹر شیر محمد خان نے فرمایا کہ یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے اور سینیٹر کیانی صاحب نے اقبال کا ایک بڑا خوبصورت شعر پڑھا کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

تو بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ قانون سازی جو انتہائی نیک جذبے کے تحت، انتہائی خلوص سے اور ایک بہت بڑے سماجی مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہو رہی ہے، اس پر کس حد تک عمل ہوتا ہے۔ اگر اس پر ابتداً سختی سے عمل کیا گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ ہم اس مسئلے پر قابو پانے میں کامیاب وکامران نہ ہوں گے جو ایک ناسور کی شکل اختیار کر گیا ہے اور وہ سختی سے کرنا پڑے گا ورنہ تحفے تحائف دینے والے راستے ضرور نکالیں گے ایک بات جو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے قابل فہم نہیں یہ ہے کہ آج کے دور میں میرے نزدیک پانچ ہزار روپے کچھ ایسی رقم نہیں جس کو مناسب کہا جاسکے۔ ہر چند اس میں یہ پراویژن ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اس سے کم بھی خرچ کر سکتے ہیں لیکن اس سے زیادہ خرچ پر پابندی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر نظرثانی کرنے کی ضرورت ہے ورنہ لوگ اس پانچ ہزار کی مجبوری سے جان بچانے کے لئے اور ایسے راستے اختیار کریں

[Mr. Ahmad Waheed Akhtar]

گے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس قانون کے بنیادی ڈھانچے میں رد و بدل کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہو گا کہ ایک قانون یہ بھی پاس ہوا تھا کہ شادی میں ۲۵/۳۰ افراد سے زیادہ شرکت نہ کریں اور ہم نے ایسی شادیوں میں شرکت کی اور وہ قانون آج بھی موجود ہے، آج بھی Statute book پر موجود ہے۔ ہم نے ان شادیوں میں شرکت کی جہاں، جیسے کہ سینیٹر کیانی صاحب نے فرمایا، ۲۵ ہزار نہیں تو ۲۵ سو آدمی ضرور موجود تھے۔ تو پھر بنیادی مسئلہ تو وہی ہے کہ ہم اس قانون پر عمل کس حد تک کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ اگر اس پانچ ہزار روپے کی حد کو کچھ بڑھا دیا جائے تو پھر اس بل کے کامیاب ہونے کے زیادہ امکانات اور مؤثر ہونے کے زیادہ امکانات نظر آتے ---

ایک معزز سینیٹر، غالباً شیر محمد صاحب نے ہی بات کی تھی ---

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ نے منسٹر آف سٹیٹ کا رول اپنا لیا ہے کہ ان کے جواب لے رہے ہیں۔

جناب احمد وحید اختر: میں جناب چیئرمین! ان کو جواب نہیں دے رہا ہیں ان کے حوالے سے اپنی بات کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جو کچھ دوستوں نے کہا ہے میں ان کی تفاصیل میں نہیں جاؤں گا۔ میں تو اس سے روشنی حاصل کر کے اپنی بات کو آگے بڑھاؤں گا۔ جناب چیئرمین! جہاں تک تحفوں کا تعلق ہے۔ محمڈن لاء میں ایک ریسٹرکشن ہے۔ اس کے آگے کوئی بات نہیں ان تحفوں کے سلسلے کو بہر صورت یہ قانون سازی کور نہیں کرے گی۔ صرف شادی کے دنوں میں شاید کور کر جائے لیکن بعد میں نہیں کرے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں، شیر محمد خان صاحب والی بات کہ بچیوں کو جائیداد کے حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ اب والدین سنجیدگی سے اس بات پر سوچیں گے کہ جب شادی پر خرچ پانچ ہزار سے زیادہ نہیں کر سکتے تو یہ بہتر ہو گا کہ جو نیا مکان بنایا ہے آج ہی سے اسے بیٹی کے نام کر دیا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس اعتبار سے بھی یہ قانون سازی سود مند اور کار آمد ثابت ہو گی۔ اور یہ بل بجا طور پر قابل مبارک باد ہے شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اب اس فہرست کے مطابق شہزاد گل صاحب کی تقریر ہو گی جو نہیں ہیں، خواجہ محمد صفدر صاحب کی تقریر ہو گی جو نہیں ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے ہیں ۔ اس لسٹ کے علاوہ اگر کوئی صاحب بولنا چاہیں ۔ فرمائیے قاضی صاحب ۔

قاضی فیض الحق : جناب چیئرمین ! معاشرے کی اصلاح اور سماجی برائی کے خاتمے کے لئے اس بل کا لانا ایک انقلابی قدم ہے اور میں تو یہ کہوں گا کہ سرمایہ دارانہ نظام کی ایک کڑی پر یہ ایک کاری ضرب ہے سرمایہ دارانہ نظام نے اس ملک میں اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اگر ایک طرف مردوں کا استحصال کیا تو دوسری طرف عورتوں کا بری طرح سے استحصال کیا ۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ اسلام آنے سے قبل جس طریقے سے عورت کا استحصال ہوتا تھا جیسا کہ ہمارے کچھ فاضل سینیٹروں نے فرمایا ہے کہ اسلام آنے کے بعد اسلام نے دوس مساوات دیا اسلام نے استحصال سے پاک مساوات بھی کے مطابق عدل و انصاف کے مطابق سچائی پر مبنی اور ظلم سے پاک ایک معاشرے کی تشکیل کی ۔ اسلام نے دور جہالت کے استحصال کو تقریباً ختم کر دیا اسلام نے دولت کی نہیں ، بلکہ پاک بازی اور عدل و انصاف کی شرط اولین رکھی اور دوسری طرف سادگی کا سبق دیا اور معاشرے کو لغو رسم و رواج سے صاف کیا ۔ برصغر ہند و پاک میں صدیوں سے مسلمان اور ہندو اکٹھے رہتے چلے آئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوؤں کی بری رسمیں اور بدعتیں جو کہ خالص سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار تھیں وہ مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئیں اور سب سے بڑی لعنت اور بڑی سماجی برائی تھی ، جو مسلمانوں نے اپنائی وہ جہیز کی لعنت تھی ۔ ورنہ اسلام کا درس تو یہی تھا جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا کہ ہم یہاں پر ایک استحصال سے پاک ، عدل و انصاف اور مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کریں گے اس کے لئے قربانیاں دیں ۔ پاکستان قائم ہوا ۔ لیکن وہ بری رسمیں ' وہ سماجی برائیاں ' وہ استحصالی نظام پر ابتداء سے یہاں رائج رہا اور سرمایہ دارانہ نظام کی جو پیداوار تھی بری اور لغو رسمیں ابتداء سے جاری رہیں میں یہ جو عرض کر رہا ہوں کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار ہیں یہ چیزیں ہندو معاشرے میں ، ذات پات کی برائیاں اور اس قسم کی لغو چیزیں اور رسمیں رائج ہوئیں اور مسلمانوں نے رسموں میں سے ایک جہیز کی لعنت کو اپنایا جو کہ اسلام کے سبق کے بالکل منافی ہے ۔ کیونکہ ہمارے قرآن کریم میں صاف طور پر ذکر آیا ہے کہ ۔ ۔ ۔

"کلو واشربو ولا تصرفو"

"کھاؤ پیو لیکن اصراف مت کرو" پھر اسلامی دور کی شادیاں ، خلفائے راشدین کے زمانے کی شادیاں یہ تمام تاریخ میں محفوظ ہیں ان میں سادگی جس طریقے

سے سموئی گئی تھی دینی معاشرے پر کوئی بوجھ نہیں تھا اور نہ ہی اس میں امیر اور غریب کا فرق محسوس ہوتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ استحصال سے پاک معاشرہ یہاں پر، دینی سطح پر، حکومتی سطح پر، سماجی سطح پر قائم کیا جاتا اور معاشرے کو ان لعنتوں سے پاک کیا جاتا جو کہ غیر مذاہب کے لوگوں سے مسلمانوں نے سیکھی ہیں لیکن یہاں پر ایسی کوئی ٹھوس کوشش نہیں کی گئی بلکہ امیر امیر تر ہو گیا اور غریب غریب تر ہوتا گیا اور یہ فرق نمایاں سے نمایاں تر ہوتا گیا۔ امیروں کے طبقے نے ایک طرف حاکمیت پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی دوسری طرف اپنی امارت کا مظاہرہ کرنے کے لئے جہیز جیسی لعنت کے رواج کو پھیلایا اور اس سے غریبوں میں جو احساس کمتری پیدا ہوئی۔ بعینہ وہی احساس کمتری سرمایہ دارانہ نظام چاہتا تھا۔ اس دور میں علماء کا یہ فرض تھا جن کے سامنے اسلام کی سادگی کا درس تھا کہ وہ سماج سے اس برائی کے خاتمہ کے لئے کوشش کرتے لوگوں کو سادگی کا درس دیتے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ وہ کسی اور طرف نکل گئے وہ سیاست کی طرف بھی بڑھ گئے اور انہوں نے ہی جہیز وغیرہ میں زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا۔ شاید اس لئے کہ وہ بھی اسی نظام کی پیداوار تھے۔ میری عرض یہ ہے کہ پیپلز پارٹی جب سے برسر اقتدار آئی ہے یہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ کن حالات میں اس حکومت نے اقتدار سنبھالا۔ گوناگوں قسم کی مشکلات تھیں اس نے اپنے منشور کے مطابق عمل کرتے ہوئے دین اسلام کی پیروی کرتے ہوئے کیونکہ پارٹی کے اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اور دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہوتا ہے اگر اس کی پیروی کی جائے تو معاشرے سے یہ لعنتیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں تو ان مشکلات کے باوجود اور جن حالات میں اس حکومت نے اقتدار سنبھالا تھا۔ میں تو کہتا ہوں کہ قابل مبارک باد ہے، وہ قیادت اور وہ حکومت جو اتنی مشکلات کے باوجود اس معاشرتی برائی کو ختم کرنے کے لئے کوشاں ہے اور یہ اس بل کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

میرے فاضل دوستوں نے جہیز کے مسئلے پر کافی روشنی ڈالی اور جس طرح قسم قسم کی بدعتیں اور رسم و رواج مختلف علاقوں میں رائج ہیں میں بعینہ اسی قسم کی ایک سماجی لعنت، جس کا آپ لوگوں نے پہلے بھی ذکر کیا یعنی ولور، اس کے متعلق عرض کروں گا، ولور پاکستان کے دو صوبوں کے بعض علاقوں میں اب تک بدستور رائج ہے صرف شہری علاقوں میں جہاں پڑھے لکھے لوگ ہیں وہاں نہیں ہے ان میں یہ فرق آیا ہے۔

یہاں پر ابھی میرے پاس ایک خط آیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ خدا کے لئے جہیز کے ساتھ ساتھ آپ لوگ ولور کا سوال بھی اٹھائیں اور اس میں یہ لکھا ہے کہ لڑکی کی قیمت پچیس سے تیس ہزار تک مانگی جاتی ہے - یہ ایک بالکل غیر انسانی فعل ہے اور ایک غیر انسانی سوال، ہے - میں سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ سرداری نظام کو بلوچستان میں ختم کیا گیا یہ ولور کا رواج بھی اس کے ساتھ ہی ختم کر دیا جاتا کیونکہ یہ سرداری نظام کی پیداوار ہے ، بلوچستان میں سرمایہ داری نظام کا مطلب اتنا نہیں تھا برصغیر کے باقی حصوں میں یہ بری رسم رائج ہے کہ وہاں پر عورت کا بری طرح سے ولور کے ذریعے استحصال ہو رہا ہے - اتنا جہیز کے ذریعے نہیں ہو رہا - اس میں بات یہ ہے کہ عورت کی قیمت بھیڑ بکریوں کی طرح وہاں طے کی جاتی ہے - لڑکی کے سرپرست یا والدین صاف طور پر یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض کریں پچیس یا تیس ہزار روپے ولور مقرر ہوئی ہے ، پچیس ہزار روپے میں سے دس ہزار روپے ہمارے کھانے کے ہیں ، اس کا تو کوئی حساب نہیں ہے اور باقی پندرہ ہزار روپے میں سے لڑکی کے لئے زیور اور سامان خرید کر اس کی باقاعدہ شادی کے موقع پر نمائش کریں گے اور پھر یہ ہے کہ اس پندرہ ہزار روپے میں سے بھی ہیرا پھیری کرتے ہیں اور وہ پندرہ ہزار روپے کا پورا سامان نہیں دیتے بلکہ کم دیتے ہیں ، پانچ ، چھ ہزار روپیہ اس میں سے بھی نکال لیتے ہیں - میری تجویز یہ ہے کہ جہیز کی لعنتوں میں سے یہ بھی ایک لعنت ہے جو ان علاقوں میں رائج ہے اور ایسے ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ ایک آدمی کی منگنی ہو جاتی ہے ولور مقرر کی جاتی ہے آدمی پندرہ بیس سال بھی محنت مزدوری کر کے بھی وہ ولور ادا نہیں کر سکتا - اس کے بال سفید ہو جاتے ہیں دوسری طرف اس عورت جس کی منگنی ہو جاتی ہے وہ بوڑھی ہو جاتی ہے اس کے بعد شادیاں ہوتی ہیں - وہاں پر جہیز کے نام سے کوئی واقف نہیں ہے - اگر ہم کسی کو کہیں کہ پاکستان میں ایسے بھی علاقے ہیں جہاں پر لڑکیوں کے ساتھ پیسے بھی دیئے جاتے ہیں تو وہ مانتے نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ کون سے علاقے ہیں ہمیں بتائیے وہاں یہ حالت ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ زمانہ جاہلیت کے دور میں جس طریقے سے عورت کی بھیڑ بکریوں کی طرح قیمت مقرر کی جاتی تھی بعینہ وہ ولور کی رسم ان علاقوں میں رائج ہے ادھر سرمایہ داری نظام کے تحت جہیز کی صورت میں یہ آیا - یہاں پر سرداری نظام کی صورت میں غریب عوام کا استحصال کرنے کے لئے ، غریب عوام کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لئے یہاں پر دوسری صورت میں آیا تو اگر ایک طرف آپ نے سرداری نظام ختم کر دیا تو دوسری طرف جہیز کے لئے یہ بل لائے تو جناب یہ ولور کی لعنت سے بھی لوگوں کو بچائیں جو کہ شادی کی حسرت دل میں

[Qazi Faiz-ul-Haque]

لڑے ہوئے اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ وہ باتیں کرتے تھے کہ زر اور زمین کی۔ ایک کہاوت ہے کہ ہمیشہ دنیا کی لڑائیاں زر اور زمین کے سبب ہوئیں 'ز' کے لفظ پر۔ اب زن کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ ادھر تو لوگوں کو روٹی کپڑے اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اس کی باتیں کرتے۔ اس پر لڑتے تو میں یہ عرض کروں گا اور کل میں نے مولانا صاحب سے بھی عرض کیا تھا کہ کسی طریقے سے اس کو بھی ختم کریں۔ اس کے متعلق بھی بل لائیں۔ اب اس بل میں تو ولوز کے متعلق کوئی ذکر نہیں ہے۔ میں نے حقیقت حال بیان کر دی ہے۔ اس کو آپ جس طریقے سے ختم کرسکتے ہیں ختم کریں تو میرے خیال میں ان لاکھوں انسانوں کا استحصال ختم ہو جائے گا۔ سرداری نظام کے خاتمے سے اوز ولور کو ختم کرنے سے ان لاکھوں عوام کو جو کہ سرداری نظام کی گرفت میں تھے کم از کم یہ احساس ہو گا کہ واقعی ایک انقلابی قدم اٹھایا گیا ہے تو انہی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : اور کوئی صاحب نہیں۔ آپ موشن کرنا چاہیں گے یا جواب دینا ہے۔

چوہدری ممتاز احمد : کل پر ایڈجرن کر دیجئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : کل گفتگو resume کریں گے یا کل سیکنڈ ریڈنگ ہوگی۔

چوہدری ممتاز احمد : ابھی میرے خیال میں ممبروں نے تقریریں کرنی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : تو کل ساڑھے پانچ بجے۔

The Senate stands adjourned to meet tomorrow at 5.30 p.m.

The House then adjourned to meet again at half-past five of the clock in the evening on Wednesaay, May 19, 1976.